ترجیح المفسدہ علی المصلحہ

(بمقابلہ نفع نقصان سے بچنا ضروری ہے)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	تمہید	۷
۲	تفسیری فائدہ	۸
۳	سالکین کی غلط فہمی	۹
۴	ایک مولوی صاحب کی غلط فہمی	۱۰
۵	گناہ کے کام میں نفع ہونے سے وہ جائز نہیں ہوتا	۱۱
۶	عوام کا علماء پر اعتراض اور اسکا جواب	۱۲
۷	ممنوع کام کی علت و مصلحت کا معلوم ہونا ضروری نہیں	۱۳
۸	شراب نوشی اور جوئے کا نقصان	۱۳
۹	گناہ میں مصلحت ہونے کے باوجود اس کا ارتکاب جائز نہیں	۱۴

۱۰	تفصیل مفاسد: ۱۔ توبہ کی امید پر ارتکابِ گناہ	۱۴
۱۱	حکایت	۱۵
۱۲	۲۔ توبہ کے بھروسے ارتکابِ گناہ کا نقصان	۱۶
۱۳	اطاعت کے لئے صرف ارادہ کافی نہیں	۱۶
۱۴	نفع کی امید پر گناہ کا ارتکاب عقلاً بھی درست نہیں	۱۷
۱۵	اہلِ کشف کی غلطی کا ازالہ	۱۸
۱۶	کوئی مقام ایسا نہیں جس میں گناہ کی اجازت ہو	۲۰
۱۷	مقربین کی معمولی غلطی پر گرفت	۲۱
۱۸	حاجی صاحبؒ کا ادب	۲۲
۱۹	حقیقت توحید	۲۲
۲۰	عوام اور خواص کا فرق	۲۳
۲۱	اہل اللہ کا حال	۲۴
۲۲	معمولی غلطی پر بزرگوں سے مواخذہ کی وجہ	۲۶
۲۴	جہلاء کی بڑی غلطی پر بھی مؤاخذہ نہ ہونے کی وجہ	۲۶
۲۵	اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہونے کے معنی	۲۷

۲۶	تحقیق مسئلہ	۲۸
۲۷	نعت گوئی میں بے احتیاطی	۲۹
۲۸	صوفیا کے قول کی تشریح	۳۰
۲۹	خلاصہ وعظ	۳۱

ایمان ہے تو سمجھو بڑی خیر ہے عطا
کرتے رہو عمل بھی جو توفیق دے خُدا

ڈرتے رہو گرفت سے مایوس ہاں نہ ہو
ہو خوف جس قدر بھی رجا اس سے ہو سوا

حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم
شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور

وعظ

ترجیح المفسدہ علی المصلحہ

(بمقابلہ نفع نقصان سے بچنا ضروری ہے)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ نے ۳/ جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ کو جامع مسجد تھانہ بھون میں یہ وعظ ارشاد فرمایا جس میں بتایا کہ گناہ کسی عقلی یا حالی مصلحت سے حلال نہیں ہوتا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبۂ ماثورہ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد انّ سیدنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ و بارک وسلم **اما بعد:**

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْخَمْرِ وَٱلْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَآ إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَٰفِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَآ أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا ﴾(۱)

تمہید

یہ ایک آیت کا ٹکڑا ہے لیکن مجھ کو خاص اسی جزو کی تفسیر کرنا اور جس بارے میں یہ جزوآیت ہے خصوصیت سے اسی کو بیان کرنا مقصود ہے اور مجھ کو اس سے ایک غلطی کے رفع کا استنباط کرنا منظور ہے جس کو میں عرض کروں گا۔

اول بطورِ تمہید کے اس جزوآیت کا خلاصہ عرض کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے لوگوں نے خمر اور قمار (۲) کا حکم پوچھا تھا اس کے جواب میں ارشاد ہے کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے ان میں منافع (۳) بھی ہیں اور ان

(۱) ''یعنی لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ ان دونوں میں گناہ کی بڑی باتیں ہیں لوگوں کو بعضے فائدہ بھی ہیں اور وہ گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں'' سورۂ بقرہ:۲۱۹ (۲) شراب اور جوئے کا حکم (۳) فوائد۔

دونوں کا گناہ ان کے نفع سے بڑھ کر ہے۔

تفسیری فائدہ

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت تحریمِ خمر و میسر سے (۱) پہلے کی ہے اور اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے لیکن لفظوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں کچھ تسامُح (۲) ہوا ہے اس لئے کہ باوجود لفظ ﴿اِثْمٌ كَبِيْرٌ﴾ کے یہ سمجھ میں نہیں آتا، پس بظاہر یہ آیت بھی تحریم کے بعد ہی کی ہے ہاں یہ ضروری ہے کہ اس کے بعد والی آیت یعنی: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ﴾ الخ (۳)۔ اس کی زیادہ تاکید ہے اس لئے ممکن ہے کہ اس آیت کو سنکر بعض لوگوں نے لفظ ﴿منافع﴾ پر نظر کر کے شراب کے ترک میں سستی کی ہو اور ﴿فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ﴾ ''ان دونوں میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں ہیں'' میں کچھ تاویل کرلی ہو مثلاً یہ کہ انکو خود اثم نہیں فرمایا بلکہ متضمن اثم فرمایا ہے اس طرح سے کہ کبھی یہ مفضی الی المعاصی (۴) ہوجاتے ہیں تو جب ایسا انتظام کرلیا جائے کہ یہ احتمال نہ رہے تو جائز ہوگا جیسے قبیح لغیرہٖ (۵) کی شان ہوتی ہے مگر یہ تاویل بہت بعید (۶) ہے اس لئے نہایت شدومد (۷) سے ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ الخ نازل ہوئی لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے قبل تحریم نہیں ہوئی تھی، اور ﴿مَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ سے جواز پر تمسک (۸) نہیں

(۱) شراب اور جوئے کی حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی ہے (۲) اس میں کچھ غلط فہمی ہوئی ہے (۳) ''اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب و جوا اور بُت وغیرہ اور قرعہ کے تیر سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں'' سورۂ مائدہ: ۹۰ (۴) گناہوں تک پہنچانے والے ہوجاتے ہیں (۵) جیسے کوئی بات اپنی ذات سے بُری نہ ہو لیکن اس میں کوئی آمیزش ایسی ہوجائے کہ اس میں اس کی وجہ سے بُرائی آجائے اس کو قبیح لغیرہ کہتے ہیں (۶) یہ تاویل کرنا ٹھیک نہیں (۷) بڑے زور وشور سے (۸) اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس سے قبل حرمت شراب کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور نہ ہی ﴿مَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ کے لفظ سے شراب کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

ہوسکتا اس لئے کہ کسی محرم شئے میں منافع کے وجود سے اس کی اباحت پر استدلال نہیں (۱) ہوسکتا بلکہ منافع کا ذکر منشاء شبہ کو رفع کرنے کے واسطے ہے یعنی اگرچہ ان دونوں میں منافع بھی ہیں چنانچہ خمر میں قوۃ غریزیہ (۲) اور میسر میں تکثیر مال (۳) یہ سہولت ہے لیکن مفاسد ان کے منافع سے زیادہ ہیں اس لئے حرام ہیں۔

یہ حاصل ہے آیت کا مجھ کو مقصود خاص خمر و میسر کا بیان کرنا نہیں اگرچہ بیان کرنا انکا اب بھی بیکار نہیں ہے لیکن مجھ کو اس سے ایک مسئلہ کا استنباط منظور ہے۔ اور اس سے ایک ایسی سخت غلطی اور اشتباہ کا رفع کرنا ہے جس میں اکثر سالک مبتلا ہوتے ہیں۔

سالکین کی غلط فہمی

چنانچہ مجھ سے ایسے لوگ ملے ہیں جو اُس غلطی میں مبتلا تھے اور ممکن ہے کہ جن کے کانوں میں اس مضمون کا غلط ہونا نہیں پڑا ہے وہ بعد میں اس غلطی میں واقع ہوجائیں اس لئے اس کو بیان کرنا ضروری ہے اول میں اُس غلطی کو بیان کرتا ہوں کہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ گناہ کا چھوڑنا ضروری ہے اور نیز اس کے چھوڑنے کی تدبیر کرنا بھی ضروری ہے اور تدبیر کا حاصل اسباب کو مہیا کرنا اور موانع کو رفع کرنا (۴) ہوتا ہے اب سمجھئے کہ اس تدبیر میں بعض اہلِ سلوک کو ایک دقیق غلطی ہوگئی۔ وہ غلطی اگر واقع نہ ہوتی تو ضرورت بیان کی بھی نہ تھی وہ یہ ہے کہ گناہ کے ترک کرنے کی تدابیر میں سے ایک یہ تدبیر انہوں نے تجویز کی ہے بلکہ یوں کہنا چاہئیے کہ شیطان نے ان کو سکھلائی ہے اس لئے کہ یہ شیطان بہت پڑھا ہوا ہے ہر شخص کو اس کے طریق کے موافق بہکاتا ہے اور ایسی غامض اور گہری چالوں سے بُری بات کو دل میں ڈالتا ہے کہ بظاہر وہ مصلحت معلوم ہونے لگتی ہے اور وہ یہ ہے

(۱) کسی حرام چیز میں فائدہ ہونے سے وہ جائز نہیں ہوجاتی (۲) جس پر صحت کا مدار ہے (۳) مال کی زیادتی (۴) رکاوٹوں کو دور کرنا۔

کہ جب کوئی سالک گناہ میں مبتلا ہوتا ہے اور وہ اس سے دل تنگ ہوتا ہے اور اگر نفس کو روکتا ہے تو اور زیادہ ہیجان بڑھتا ہے تو اس وقت شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ تمام پریشانی تم کو اس لئے ہے کہ اس گناہ میں جو لذت ہے اس کو تم نے نہیں چکھا اسی لئے بار بار اس کا اشتیاق ہوتا ہے' اور اگر خوب سیر ہو کر اس گناہ کو کرلو تو پھر اس کی سب خواہش نکل جائے گی اور دل ہلکا ہوجائے گا۔ پھر اس گناہ کی طرف رغبت نہ رہے گی۔ مثلاً زنا کرنے یا شراب پینے کو جی چاہا تو شیطان بہکاتا ہے کہ ایک دفعہ خوب پیٹ بھر کر کرلو تو ارمان نکل جائے گا' اور ہوس ختم ہوجائے گی پھر خواہش گناہ کی نہ ہوگی' اور توبہ خالص ہوجائیگی' پس دیکھئے کہ یہ کتنا بڑا دھوکا ہے کہ گناہ کراتا ہے گناہ کے ترک کے لئے' تو چونکہ اکثر مقدمہ امرِ محمود کا محمود ہوتا ہے(۱) اس لئے وہ گناہ اس کی نظر میں بہت خفیف (۲) ہوتا ہے کہ گویا وہ اچھی نیت سے ہوتا ہے اول تو انسان ہے ہی ضعیف العقل کہ مصلحت غیر واقعیہ کو بھی واقعیہ سمجھتا ہے (۳) چہ جائیکہ کوئی امر مصلحت واقعیہ کا رنگ لئے ہوئے بھی ہو ایسے مقام پر تو ضرور اس کو لغزش ہوجائیگی۔

پس معلوم ہوا کہ جو عام لوگ گناہوں میں مبتلا ہیں وہ تو ہیں ہی بعض اچھے لوگوں پر بھی شیطان کا داؤ چل جاتا ہے کہ شیطان ان کو اس طور سے قابو میں کرتا ہے کہ اگر یہ گناہ نہ کروگے تو تمام عمر نزلہ سا بہتا رہے گا ایک دفعہ جی بھر کر کرلو پھر توبہ کرکے بے فکر ہوجائیں گے۔

ایک مولوی صاحب کی غلط فہمی

ایک مولوی صاحب مجھ کو ملے کہ وہ گناہ میں مبتلا تھے خیر گناہ تو انسان سے ہوتا ہی ہے لیکن زیادہ افسوسناک امر یہ تھا کہ انہوں نے مجھ سے یہی پوچھا کہ

(۱) اچھے کام کا ذریعہ بھی اچھا ہوتا ہے (۲) ہلکا (۳) انسان اس قدر کمزور عقل والا ہے کہ غیر حقیقی مصلحت کو حقیقی مصلحت سمجھتا ہے۔

اگر اس نیت سے گناہ کرلیں تو کیا حرج ہے؟ میں نے کہا توبہ کرو توبہ کرو! اور میں نے اُن کو سمجھایا کہ اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے گناہ کیا جاتا ہے فقہاء نے لکھا ہے کہ حرام چیزوں پر بسم اللہ کہے تو کافر ہوجاتا ہے اس لئے کہ اُس نے شریعت کا مقابلہ کیا مسئلہ مجوثہ میں میں یہ تو نہ کہوں گا کہ کفر ہے لیکن ہاں اشد درجہ کا گناہ قریب بہ کفر اور بڑی شدید غلطی ہے جب اُن کی سمجھ میں آیا اور توبہ کی' اُس روز سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اس غلطی میں مبتلا ہیں اور کاوش کی جائے گی تو ممکن ہے کہ اس غلطی میں ابتلاء اکثر لوگوں کو ہو یہ ہے وہ مضمون اور غلطی جس کا رفع میں اس آیت سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔

گناہ کے کام میں نفع ہونے سے وہ جائز نہیں ہوتا

حاصل اس بیان کا یہ ہے کہ خمر و میسر کے باب میں (۱) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ ''ان دونوں (یعنی شراب اور جوئے) کا گناہ اُن کے نفع سے بڑھا ہوا ہے'' حق تعالیٰ نے اس میں تسلیم فرمالیا ہے کہ ہر گناہ کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اُس میں کوئی بھی نفع نہ ہو لیکن اس نفع کے وجود سے وہ جائز نہ ہوگا۔ اس لئے مفاسد اور مصالح کا جب اقتران ہوتا ہے تو مفاسد کو غلبہ (۲) رہتا ہے اگرچہ مفسدہ قلیل ہی کیوں نہ ہو اور اس میں تو مفاسد بھی زیادہ ہیں۔ غرض گناہ خواہ کتنے ہی منافع کو مشتمل ہو لیکن وہ گناہ اور منہی عنہ وحرام اور غیر جائز الارتکاب ہی ہے (۳) اس قاعدۂ کلیہ میں یہ مسئلہ مجوث فیہا (۴) بھی داخل ہے۔ غرض کسی مصلحت کی تحصیل کی غرض سے کوئی گناہ جائز نہیں ہوسکتا۔

---

(۱) شراب اور جوئے کے بارے میں (۲) جب کسی کام میں اچھائی اور بُرائی دونوں جمع ہوں تو غلبہ برائی کو ہی ہوتا ہے اسلئے کہ نتیجہ ارذل کے تابع ہوتا ہے (۳) گناہ کے کام میں چاہے جتنے بھی فائدے ہوں وہ جائز نہیں ہوگا ناجائز ہی رہیگا (۴) زیرِ بحث مسئلہ بھی اسی قاعدے میں داخل ہے۔

عوام کا علماء پر اعتراض اور اُس کا جواب

آج کل بہت سے نو تعلیم یافتہ جب دیکھتے ہیں کہ علماء بیوعِ فاسدہ و معاملاتِ ربوٰ کو منع (۱) کرتے ہیں تو اعتراض کرتے ہیں کہ ان مولویوں کو مصلحتِ زمانہ کی تو خبر ہے نہیں بس ہانک دیتے ہیں یہ بھی حرام وہ بھی حرام آج کل مصلحت یہ ہے کہ ربوٰ کو حلال کہا جائے دیکھو دوسری قوموں نے اس کی وجہ سے کس قدر ترقی کی ہے۔ میاں مولویوں کو کیا خبر یہ تو اپنے مدرسے میں بیٹھ کر جو چاہیں فتویٰ جاری کر دیتے ہیں خبر نہیں کہ قوم پر کیا مصائب نازل ہو رہے ہیں سو ان معاملات میں چونکہ مصلحت ہے اس لئے ان معاملات کو گناہ نہ کہنا چاہیئے یہ بھی اسی قسم کی غلطی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ آج کل عقل پرستی کا بہت زور ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس عقل کو دین کے اندر صَرف نہیں کیا جاتا آپ مصلحت کی وجہ سے ایک شئے (۲) کو جائز کہتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ چونکہ اس میں یہ مصلحت مضمر (۳) تھی اسی واسطے تو ضرورت ممانعت کی ہوئی کیونکہ جس میں کوئی مصلحت نہ ہو اس کے منع کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی منع ہمیشہ اسی امر کو کیا جاتا ہے کہ جس میں کچھ مصلحت بھی ہو جس کے سبب سے اس کے کرنے کی رغبت ہو مگر اس میں مفاسد دقیق ہوتے ہیں کہ ان مفاسد تک ہماری عقل نہیں پہنچتی (۴) پس گناہ ایسا ہی ہے کہ جس میں کوئی مصلحت باعث علی الفعل (۵) ہوتی ہے اور وقوع اُس کا ہمیشہ اسی مصلحت کی وجہ سے ہوتا ہے اور اگر یہ نہ ہوتا تو منع کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ اس کو تو ہر ذی ہوش شخص واجب الترک (۶) سمجھتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مصلحت گناہ کی منافی

---

(۱) بیع فاسد اور سود کے معاملے سے منع کرتے ہیں (۲) چیز (۳) مصلحت پوشیدہ تھی اسی لئے منع کرنے کی ضرورت پیش آئی (۴) اس میں بہت گہری خرابیاں ہوتی ہیں جہاں تک ہماری نظر نہیں پہنچتی (۵) کوئی مصلحت اس کے کرنے کا سبب بن جاتی ہے (۶) چھوڑنے کے قابل سمجھتا ہے۔

نہیں ہے چنانچہ: ﴿وَاِثۡمُهُمَا اَكۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا﴾ میں اول بیان ہو چکا ہے کہ یہ تسلیم کرلیا ہے کہ اس میں نفع ضرور ہے لیکن نقصان زیادہ ہے۔

ممنوع کام کی علت و مصلحت کا معلوم ہونا ضروری نہیں

باقی یہ کہ وہ نقصان کیا ہے تو اس کو اگر ہم نہ جانتے تب بھی ماننا جاننے پر موقوف نہ تھا دیکھو حُکّام جو قوانین مقرر کرتے ہیں۔ تو قوانین کا علم تو ہر شخص کو ضروری ہے لیکن اُس کی لِم اور مصالح(۱) کا جاننا ہر شخص کے لئے ضروری نہیں پس حق تعالیٰ کا اجمالاً یہ فرمادینا کافی ہے کہ اس میں نقصان ہے باپ کا بیٹے کو یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ہم کو تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ فلاں شئے مضر ہے(۲) یہ ضروری نہیں کہ اس مضرت کی وہ تفصیل بھی بیان کیا کرے، پس خداوند جل جلالہٗ کو بطریقِ اولیٰ یہ حق حاصل ہے۔

شراب نوشی اور جوئے کا نقصان

لیکن باوجود اس حق کے حاصل ہونے کے پھر بھی کچھ دینی و دنیوی مضرتیں خمر و میسر(۳) کی بیان فرمادیں چنانچہ دوسرے مقام پر ارشاد ہے: ﴿اِنَّمَا يُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّوۡقِعَ بَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِى الۡخَمۡرِ وَالۡمَيۡسِرِ وَيَصُدَّكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ﴾(۴) "یعنی شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں بغض اور عداوت واقع کردے اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے تم کو باز رکھے"(۵)

---

(۱) کیوں ہے اور اس میں مصلحت کیا ہے (۲) فلاں چیز نقصان دہ ہے (۳) شراب اور جوئے کے دینی اور دنیوی نقصانات (۴) سورۂ مائدہ:۹۱ (۵) تفصیل کے لئے معارف القرآن: جلد۳ صفحہ ۲۳۴ تا ۲۳۸ ملاحظہ فرمائیں۔

گناہ میں مصلحت ہونے کے باوجود اس کا ارتکاب جائز نہیں

بہرحال: ﴿وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ سے یہ معلوم ہوگیا کہ گناہ میں مصلحت ہوسکتی ہے چنانچہ شراب کے اندر قوت اور یہ کہ شرابی سیر چشم ہوجاتا ہے بخل جاتا رہتا ہے چنانچہ شعراء جاہلیت نے اپنے اشعار میں اس کا ذکر کیا ہے اور میسر میں اگر جیت ہو تب تو حصولِ مال اور اگر ہار ہو تو مال سے بے رغبتی ہوجانا پس گناہ میں بعض اوقات امرِ محمود کا منضم ہوجانا بعید نہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ گناہ گناہ نہ رہے اسی طرح جی بھر کر گناہ کرنا اگر اس میں یہ مصلحت ہو بھی کہ وہ سبب توبہ اور اطاعت کا ہوجائے تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ گناہ حرام نہ ہو بلکہ گناہ حرام رہے گا۔

حاصل جواب کا یہ ہوا کہ اگرچہ ہم نے تسلیم کرلیا ہے کہ اس میں مصلحت ہے لیکن چونکہ مفاسد بھی ہیں (۱) اس لئے حرام ہے۔

تفصیلِ مفاسد: ۱۔ توبہ کی امید پر ارتکابِ گناہ

اب سمجھنا چاہئے کہ مفاسد اس میں کیا ہیں مفاسد اس میں کئی طرح سے ہیں اول تو یہ ہے کہ جس وقت یہ گناہ کررہا ہے اس کو یہ کیا خبر ہے کہ میری عمر اتنی ممتد ہوگی کہ میں بعد اس گناہ کے زندہ رہوں گا اور جو مصلحت توبہ و خلوِ نفس کی میں نے سوچی ہے وہ مرتب ہی ہوجائیگی بعض مرتبہ آدمی دفعۃً مرجاتا ہے۔

کانپور میں ایک شخص اپنے گھر آئے اور کھانا مانگا چنانچہ اُن کی ماما (۲) کھانا لائی دیکھا تو مرے پڑے ہیں ایسے واقعات ہزاروں ہیں کہ آدمی فوراً مرجاتا ہے کوئی سبب ظاہری بھی موت کا نہیں ہوتا۔ جناب رسول اللہ ﷺ استنجاء سے فارغ ہوکر فوراً تیمّم فرمالیتے تھے کسی نے عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ ﷺ پانی موجود ہے'' فرمایا

(۱) خرابیاں بھی ہیں (۲) خادمہ،ملازمہ۔

کہ کیا خبر ہے کہ پانی ملنے تک میں زندہ رہوں گا یا نہیں‘‘ حالانکہ انبیاء علیہم السلام کی موت دفعۃً نہیں آتی بلکہ اُن سے اول پوچھا جاتا ہے کہ ہمارے پاس آنا چاہتے ہو یا دنیا میں رہنا پسند کرتے ہو چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جب یہ اطلاع آئی تو فرمایا کہ جناب باری تعالیٰ سے عرض کرو کہ کوئی دوست اپنے دوست کو مارا بھی کرتا ہے وہاں سے حکم ہوا کہ کوئی دوست اپنے دوست کے ملنے سے عذر بھی کیا کرتا ہے‘ اسی طرح حضور ﷺ سے بھی پوچھا گیا تھا حضور ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے مشورہ کیا انہوں نے فرمایا کہ تشریف لے چلئے حق تعالیٰ مشتاق ہیں‘ چنانچہ آپ نے اپنا اشتیاق ظاہر کیا اور تشریف لے گئے تو باوجودیکہ آپ کی وفات اس اطلاع کے بعد ہوئی تب بھی خدائے تعالیٰ کی عظمت کے غلبہ کا یہ اثر تھا کہ موت کو ہر وقت حاضر سمجھتے تھے اور ہمارے پاس تو کوئی نوشتہ (۱) بھی نہیں کہ ہم دس برس یا دس ماہ یا ہفتہ دو ہفتہ بلکہ پانچ منٹ تک بھی زندہ رہیں گے پھر یہ دھوکا کس بناء پر کہ گناہ کرکے توبہ کرلوں گا۔ اور بعض اوقات تو وہ گناہ بھی نصیب نہیں ہوتا خواہ مخواہ نیت بگاڑ کر ہی گناہگار ہوتے ہیں۔

حکایت

ایک عورت کے یہاں ایک شادی تھی اس احمق نے باوجود سب کی فہمائش (۲) کے رسوم شادی پوری کرنے کے لئے اپنی جائیداد فروخت کردی اور وہ روپیہ نقد لاکر گھر میں رکھا رات کو تمام روپیہ چور لے گئے گناہ بھی ہوا اور مقصود بھی حاصل نہ ہوا اس لئے کہ جب آدمی پکا ارادہ گناہ کا کرلیتا ہے تو وہ گناہ تو لکھا ہی جاتا ہے بڑا سخت دھوکا ہے۔

(۱) لکھی ہوئی تحریر بھی نہیں (۲) سب کے سمجھانے کے باوجود۔

۲۔ توبہ کے بھروسے ارتکابِ گناہ کا نقصان

دوسرے یہ کہ ہم نے مانا کہ عمر اس کی ممتد (۱) ہو لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ پھر توبہ کی بھی توفیق ہو جائے ممکن ہے بلکہ واقع ہے کہ اکثر ایسے شخص کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی اس لئے کہ پہلے تو جب تک یہ گناہ نہ کیا تھا اس سے ایک رکاوٹ طبیعت میں تھی بھی اب جبکہ کرلیا تو وہ بھی نہ رہی تو گناہ کا وقوع آئندہ اور زیادہ ہوگا کم نہ ہوگا۔ اور بالفرض اگر توبہ کرلی تو اکثر احوال میں وہ توبہ کامل نہ ہوگی۔ محض صورتِ توبہ ہوگی اور وہ گناہ کے ترک کے لئے کافی نہ ہوگی پس جو غایت تھی جی بھرنے کی کہ پھر گناہ نہ ہوگا وہ غایت مرتب نہ ہوگی۔

اطاعت کے لئے صرف ارادہ کافی نہیں

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ دیکھنا چاہئے کہ ہم لوگ جو طاعت کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں اور کبھی ناغہ نہیں ہوتا اس کی کیا وجہ ہے آیا اس کے لئے صرف ارادہ ہی کافی ہے یا علاوہ اس کے کوئی اور شئے بھی ہے جو محرِّک ہے، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نرا ارادہ کافی نہیں اگر نرا ارادہ کافی ہوتا تو بہت لوگ ایسے ہیں کہ بہت سے نیک کاموں کا ارادہ کرتے ہیں اور بعض مرتبہ کرتے بھی ہیں لیکن نباہ نہیں ہوسکتی پس معلوم ہوا کہ کوئی اور ہی شئے ہے جو اس مشین کو چلا رہی ہے وہ کیا ہے طبیعت کا تقاضا یہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ دل میں ایسی بے چینی اور چلبلاہٹ لگادی ہے کہ جب تک وہ کام نہیں کرلیتے چین نہیں آتا عراقیؒ اس بے چینی کی تمنا میں کہتے ہیں ؎

---

(۱) اس کی عمر لمبی ہو۔

صنمارہِ قلندر سزد ار بمن نمائی کہ دراز و دور دیدم رہ و رسمِ پارسائی

''یعنی تیری پارسائی بدون محبت اور چلبلاہٹ بڑی دور کا رستہ ہے عشق کا رستہ مجھے بتلایئے''

چنانچہ جو لوگ نمازی ہیں وہ اپنی حالت دیکھ لیں کہ اگر کبھی نماز میں تاخیر ہو جاتی ہے تو ان کو کیسی بے چینی ہوتی ہے جب پڑھ لیتے ہیں اُس وقت کیسی راحت ہوتی ہے اور جس شئے کا تقاضا نہیں اس میں یہ کیفیت نہیں چنانچہ جو لوگ تہجد کے پابند نہیں ہیں ہر چند ارادہ کرتے ہیں کہ ہم تہجد التزام سے پڑھا کریں لیکن نہیں ہو سکتا فرض نماز کے لئے جس مستعدی کے ساتھ اُٹھ جاتے ہیں اس طرح تہجد کے لئے نہیں اٹھا جاتا ہے وہ بات کیا ہے کہ فرائض کا تقاضا پیدا ہو گیا ہے تہجد کا نہیں ہوا پس اس سے معلوم ہوا کہ صرف ارادے سے کام مکمل نہیں ہوتا بلکہ شرط اُس میں طبیعت کا تقاضا ہے کہ تمام طاعات میں یہی حال ہے۔

نفع کی امید پر گناہ کا ارتکاب عقلاً بھی درست نہیں

اب سمجھو کہ توبہ بھی ایک طاعت ہے اور توبہ کی حقیقت ہے ندامت اور خجلت (۱) تجربے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ گناہ کا صدور جب زیادہ ہوتا ہے تو پھر توبہ کی جو حقیقت ہے یعنی ندامت و خجلت وہ میسر نہیں ہوتی بلکہ وہ توبہ صرف زبان تک ہی محدود ہوتی ہے قلب کے اندر گناہ سے استنکاف (۲) اور انفعال نہیں ہوتا خاص کر جبکہ اُس گناہ کو سبب قرب سمجھے اور جب ندامت نہ ہوئی تو تقاضا ترکِ گناہ کا نہ ہوگا بلکہ گناہ کا داعی بدستور قائم رہے گا۔ اور وہ توبہ صرف ارادے کے درجے تک ہوگی اور اول ثابت ہو چکا ہے کہ جب تک ارادے کے ساتھ تقاضا طبع میں نہ ہو

(۱) شرمندگی و شرمساری (۲) گناہ سے نفرت اور اس سے رکنے اور بچنے کا خیال نہیں آتا۔

کسی طاعت پر بناہ نہیں ہوسکتا پس یہ توبہ قابل اعتماد نہ ہوگی اور اُس کا ٹوٹ جانا بہت سہل ہوگا گویا نفس کے اندر گناہ سے مانع ایک مستحکم قلعہ تھا(۱) اس ظالم نے اس کو توڑ دیا اب قلعہ کے اندر غنیم کا گھس آنا مستبعد نہیں ہے(۲) سب سے آخیر میں میں کہتا ہوں کہ بالفرض دل میں سے ارمان نکل گیا اور توبہ بھی نہیں ٹوٹی لیکن تقویٰ کا اجر تو نہ ملے گا ایک تو وہ شخص ہے کہ جس کو گناہ کرنے کی ہوس ہے اور وہ اپنے نفس کو روکتا ہے اور گھونٹتا ہے اس کو جو اجر حاصل ہوگا وہ اُس شخص کو نہ ہوگا جو بے باک ہوکر پیٹ بھر کر گناہ کرتا ہے گو پھر توبہ کرلیتا ہے۔ پس شیطان نے اس کو ایک اجرِ عظیم سے محروم کیا اور بہت بڑا مفسدہ(۳) یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی جو یقینی ضرر ہے اس شخص نے اس کا ارتکاب ایک موہوم نفع کی تحصیل کے لئے کیا یقینی ضرر کا التزام بامید نفع موہوم(۴) عقلاً بھی جائز نہیں ہے یہ ہے وہ غلطی جس کے رفع کرنے کے واسطے میں نے اس وقت بیان کیا ہے۔

اہلِ کشف کی غلطی کا ازالہ

اسی پر قیاس کرنے سے یہاں ایک اور غلطی کی تصحیح اور ایک اشتباہ کا حل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بعضِ اہل کشف کو ایک سخت دھوکا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی گناہ کی نسبت یہ منکشف(۵) ہوجائے کہ میری قسمت میں لکھا ہے تو اس کو جلدی سے کرلینا چاہئیے اس کا غلط ہونا بھی اسی تقریر سے واضح ہوگیا اس لئے پہلی صورت میں تو ایک مصلحت بھی تھی اور یہاں تو کوئی مصلحت بھی نہیں۔ رہا کشف تو اول تو کشف ہمیشہ صحیح نہیں ہوتا اور اگر صحیح بھی ہو تو جب یہ مکشوف ہوا تھا کہ میری تقدیر میں یہ

(۱) گناہ سے روکنے والا ایک مضبوط بند تھا جس کو توڑ دیا(۲) دشمن کا گھسنا مشکل نہیں (۳) بڑی خرابی(۴) خیالی نفع کی امید پر یقینی گناہ کا ارتکاب بے وقوفی ہے(۵) کسی گناہ کے بارے میں بذریعہ کشف معلوم ہوجائے۔

گناہ ہے تو آخر یہ بھی تو قطعی وحی کے ذریعہ سے مکشوف ہو چکا ہے کہ اس سے گناہ ہوگا اور ندامت اور توبہ واجب ہوگی (۱)۔ پھر اس کے کیا معنی کہ جلدی کرنی چاہئیے نیز یہ بھی وحی کے ذریعہ سے پہلے سے مکشوف کرا دیا گیا ہے باوجود اس کشف صدور کے رکنے کی کوشش کرنا فرض ہے گو ناکامی ہی ہو۔

دست از طلب ندارم تا کامِ من برآید   یا تن رسد بجاناں یا جاں زِتن برآید

''ہاتھ طلب سے کوتاہ نہ کروں گا جب تک کہ میرا مقصد حاصل نہ ہو جائے
وہ مقصد یہ ہے کہ یا تو تن محبوب کے پاس پہنچ جائے یا جان تن سے نکل جائے''

ہم نے دیکھا ہے کہ بعض مریضوں کی نسبت یقین ہو جاتا ہے کہ اب یہ بچے گا نہیں لیکن اخیر وقت تک دوا اُس کے منہ میں چھوڑتے رہتے ہیں اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کشف بعض کے لئے مضر ہو جاتا ہے۔ جیسے اس شخص کو کشف سے گناہ کی جرأت ہو گئی اسی واسطے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے:

کشف را برکفش زنیم
''ہم کشف کو جوتی پر مارتے ہیں''

حکم تو یہ ہے کہ رکو بچو بچنے کی کوشش کرو اپنی سی کرلو خواہ بچ سکو یا نہ بچ سکو اگر کوئی کہے کہ پھر اس کوشش سے کیا فائدہ ہے سو فائدہ یہ ہے کہ کوشش کا ثواب ملے گا اور یہ کہ عقیدہ خراب نہ ہوگا۔ عقیدہ کی صحت بڑی شئے ہے۔

اگر کوئی کہے کہ آخر اس گناہ سے پھر نجات کی کیا صورت ہے، میں کہتا ہوں کہ نجات کی دو صورتیں ہوا کرتی ہیں ایک تو یہ کہ گناہ ہی واقع نہ ہو دوسرے یہ کہ گناہ واقع ہو اور توبہ سے معاف ہو جائے تو یہاں دوسری صورت سے نجات

(۱) جب یہ بات کھلی کہ میری تقدیر میں اس گناہ کا ارتکاب کرنا ہے تو بذریعہ وحی یہ بات بھی واضح ہو چکی کہ گناہ ہونے پر توبہ واجب ہوگی۔

ہوگی، دیکھئے اگر کسی شخص کو پہلے سے معلوم ہو جائے کہ مجھ کو بخار آئیگا کیا وہ دوا نہ کرے گا۔ ضرور کرے گا اور کرتا ہے پھر یہاں کیا وجہ ہے کہ توبہ نہیں کرتے اور بچنے کی کوشش نہیں کی جاتی بلکہ اُلٹا اُس کو جلدی سے کر لینے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

کوئی مقام ایسا نہیں جس میں گناہ کی اجازت ہو

اسی کی نظیر ایک اور دھوکا بھی ہے اور وہ سب سے بڑھ کر ہے اس لئے کہ پہلی صورتوں میں گناہ کو گناہ تو سمجھتے تھے اور یہ دھوکا ایسا ہے کہ گناہ کو جائز سمجھتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آدمی حق تعالیٰ کی طاعت کرتے کرتے ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اُس کے لئے گناہ ہی نہیں رہا جب وہ مقرب ومقبول ہو جاتا ہے نعوذ باللہ اُس کو گناہ کی اجازت ہو جاتی ہے سو یہ محض باطل ہے اور بعض ذہین لوگوں نے اس کی ایک اصل نکالی ہے وہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں اہلِ بدر کے باب میں آیا ہے: ((لَعَلَّ اللّٰهُ اِطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ)) ''شاید اہل بدر پر اللہ تعالیٰ مطلع ہو گئے ہیں سو فرما دیا جو چاہے تم عمل کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی'' اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا عمل بھی ہے کہ گناہ گناہ نہیں رہتا حالانکہ خود اس حدیث سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ گناہ ہوتا ہے اس لئے کہ اگر گناہ نہیں تھا تو ((قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ)) ''میں نے تمہاری مغفرت کر دی'' کیوں فرمایا؟ بلکہ (اَبَحْتُ لَكُمْ، اَحْلَلْتُ لَكُمْ) ''میں نے تمہارے لئے مباح کر دیا میں نے تمہارے لئے حلال کر دیا'' فرماتے اور اس سے بڑھ کر دلیل لیجئے حضور ﷺ کی شان میں ہے: ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ﴾ (۱) ﴿ذَنْبِكَ﴾ کے معنی دیکھ لیجئے، یہ بحث تو دوسری ہے کہ جب حضور ﷺ

(۱) ''تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے'' سورۂ فتح: ۲۔

معصوم تھے تو پھر اس آیت کے کیا معنی لیکن اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ کوئی مقام ایسا نہیں ہے کہ جہاں پہنچ کر گناہ گناہ نہ رہے۔

مقربین کی معمولی غلطی پر گرفت

بلکہ مقربین سے تو خلافِ اولیٰ بھی ہوجائے تو اس پر بھی عتاب ہوتا ہے اور منشاء اس غلطی کا ایک قیاس فاسد ہے(۱) وہ یہ ہے کہ دنیا کے مجنونوں کو دیکھا ہے کہ ان کی بُری باتیں بھی بھلی معلوم ہوتی ہیں پس اسی پر حق تعالیٰ کے مقبول بندوں کو بھی قیاس کرلیا ہے حالانکہ یہ قیاس مع الفارق (۲) ہے اس لئے کہ بُری بات کا بھلا معلوم ہونا عقل کے خلاف ہے صرف طبیعت کا اقتضا ہے اور آدمی چونکہ طبیعت کا مغلوب ہوجاتا ہے اور محبت کا اُس پر غلبہ ہوتا ہے اس لئے محبوب کی بُری بات بھی اس کو بھلی معلوم ہوتی ہے عقل کا اقتضاء اس کے برعکس (۳) ہے وہ یہ ہے کہ محبوب کی چھوٹی سی بُرائی بھی کھٹک جائے کہ یہ بُرائی بھی اُس میں کیوں ہے چنانچہ دیکھ لو جب تم اپنے لڑکے کو کوئی حرکت کرتے دیکھتے ہو تو اتنا غصہ آتا ہے کہ غیر کے لڑکے پر اُس قدر نہیں آتا لیکن یہ جب ہی ہوتا ہے کہ باپ پر عقل کا غلبہ ہو اور اگر حُب غالب ہوگی تو بفحوائے (۴) (حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ) ''کسی چیز کی محبت تم کو اندھا اور بہرا کردیتی ہے'' بچے کی بُرائی بھی اچھی معلوم ہوگی۔ پس آدمی تو چونکہ مغلوب ہوتا ہے طبیعت کا اثر اس لئے آدمی میں ایسا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ طبیعت سے پاک ہیں اُن پر کوئی شئے غالب نہیں وہ سب پر غالب ہیں اس لئے اُن کو آدمی پر قیاس نہیں کرسکتے بلکہ وہاں وہی ہوتا ہے جو حکمت کا مقتضا تھا کہ محبوب

---

(۱) غلط قیاس ہے (۲) اس پر قیاس کرنا ہی درست نہیں (۳) عقل اس کے خلاف کا تقاضا کرتی ہے (۴) اپنے کلام سے کسی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے معنی میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے یہاں اس کے بعد جو مقولہ ذکر کیا ہے اس سے اپنے مقصد کو ثابت کرنا مقصود ہے کہ ''جس سے محبت ہوتی ہے اس کی غلطی سے آدمی چشم پوشی کرتا ہے''۔

سے ادنیٰ ناپسندیدہ فعل بھی بُرا معلوم ہو چنانچہ مقربین پر ذرا ذرا سی حرکات میں عتاب ہوا ہے لوگ اسی فکر میں ہیں کہ مقبول ہو کر جو چاہیں گے کرینگے یہاں مقبول ہو کر اور زیادہ حق بڑھ جاتا ہے اسی واسطے تو کہتے ہیں:

ع نزدیکاں را بیش بود حیرانی

''مقربین کو حیرانی زیادہ ہوتی ہے''

ایک بزرگ ایک صحرا میں گوشہ نشین تھے ایک روز بارش ہوئی فرمانے لگے آج کیا موقع سے بارش ہوئی ہے حکم ہوا کہ او بے ادب! اور بے موقع کس دن ہوئی تھی، ہوش اُڑ گئے۔

حاجی صاحبؒ کا ادب

ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ پاؤں پھیلا کر نہ سوتے تھے کسی خادم نے کہا کہ حضرت آپ پاؤں کیوں نہیں پھیلاتے فرمایا کہ کوئی اپنے بادشاہ کے سامنے پیر بھی پھیلایا کرتا ہے۔

حقیقتِ توحید

حضرت بایزید بسطامیؒ کو بعد انتقال کے کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ کیا گذری فرمایا کہ جب میں پیش کیا گیا تو پوچھا گیا کہ کیا لائے میں نے عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ اعمال تو میرے کچھ ہیں نہیں ہاں شرک نہیں کیا توحید کا اقرار کرتا رہا۔ فرمایا: (اَمَاتَذْکُرُ لَیْلَةَ اللَّبَنِ) یعنی ''دودھ کی رات تم کو یاد نہیں ہے'' قصہ یہ ہوا تھا کہ ایک رات حضرت بایزید بسطامیؒ نے دودھ پی لیا تھا پیٹ میں درد ہوا تو منہ سے یہ نکل گیا کہ دودھ سے درد ہوا ہے تو اس کی نسبت ارشاد ہے کہ کیا

توحید یہی ہے کہ پیٹ کے درد کے اندر دودھ کو مؤثر سمجھو اور وہ درد بھی تو ہمارا ہی پیدا کیا ہوا تھا۔

درد از یارست و درماں نیز ہم — دل فدائے اوشد وجاں نیز ہم

''درد بھی یار کی جانب سے اور درماں بھی اُس کی طرف سے اُسی پر دل بھی فدا ہے اور جان بھی''

دریں نوعے از شرک پوشیدہ ہست — کہ زیدم بیازرد و عمرم بخست

''اس بات میں بھی شرک کی ایک خفی نوع ہے(۱) کہ زید نے مجھ کو ستایا اور عمر نے مجھ کو رنجیدہ کیا ہے'' کیونکہ مؤثر حقیقی سوائے خدا کے کوئی نہیں۔

عوام اور خواص کا فرق

لیکن یہاں ایک بات نازک ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب خواص کے لئے ہے عوام کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ ہر بات کی اُس کے اسباب ہی کی طرف نسبت کیا کریں اعتقاد کے درجے میں تو یہ سمجھیں کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے مگر اس کا مراقبہ نہ کریں اس طرح سے کہ اسباب پر نظر نہ رہے اور مابہ الفرق (۲) یہ ہے کہ خواص کو تو ذات باری کے ساتھ عشق ہوتا ہے اس لئے جو کچھ پیش آئیگا وہ اس میں راضی رہیں گے اور کسی حال میں حق تعالیٰ سے مکدّر نہ ہوں گے اُن کا مذہب تو یہ ہے۔

ع دل شُدہ مبتلائے تو ہرچہ کنی رضائے تو

''دل آپ پر فریفتہ ہوگیا ہے آپ جو کچھ تصرف کریں ہم آپ سے راضی ہیں''

(۱) یعنی یہ بھی چھپا ہوا شرک ہے کہ آدمی یوں کہے کہ فلاں نے مجھ کو تکلیف دی ہے اور فلاں نے میرے دل کو رنجیدہ وزخمی کیا ہے (۲) دونوں میں فرق یہ ہے۔

اوران کا مشرب یہ ہوتا ہے کہ

ع اسیرش نخواہد رہائی زبند

"اس کا اسیر قید سے رہائی نہیں چاہتا"

بخلاف عوام کے کہ وہ عشق سے عاری ہیں اس لئے اگر وہ ہر جزئی کو حالاً اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب سمجھیں گے اور اسباب سے بالکلیہ اُن کی نظر اُٹھ جائے گی اور کوئی امر ناگوارِ طبع (۱) پیش آئے گا تو اس کو من جانب اللہ سمجھنے کے سبب ان کے لئے اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ان کو اِعراض وتکدُّر (۲) ہوجائے اس لئے ان کو اعتقاد کے درجے میں تو خالق ہر شے کا اللہ تعالیٰ کو سمجھنا چاہئیے باقی اسباب پر نظر رہے تو ان کے لئے سلامتی کا طریقہ ہے ان کے ذہن میں تو یہی ہونا چاہئے کہ ابّا جان دق یا سِل (۳) کی بیماری سے بحکمِ الٰہی مرگئے اسی واسطے ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ نے اس زمانے کے سالکین کو مراقبۂ توحید سے ضیاء القلوب میں منع فرمایا ہے۔

یہ درمیان میں اُس بات کی تحقیق ہوگئی اُس کے قبل اس کا بیان تھا کہ مقرب ہوکر حرام افعال حلال نہیں ہوجاتے بلکہ خود حلال میں بھی کچھ تنگی ہوجاتی ہے۔اور گناہ کا گناہ نہ ہونا اور مباحات میں توسّع نہ کرسکنا تو بمراحل دور ہے۔

اہل اللہ کا حال

وہ حضرات تو اپنی طاعات کو بھی طاعات نہیں سمجھتے اور اپنے کو طاعت سے تہی دست سمجھتے ہیں چنانچہ ایک بزرگ مرنے کے وقت کہتے تھے ۔

مُفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

"یعنی ہم آپ کے دربار میں مفلس ہوکر آئے ہیں اپنے جمال کے صدقے میں کچھ عنایت کیجئے"

---

(۱) طبیعت کے خلاف کوئی بات پیش آئے گی (۲) اللہ سے دل رنجیدہ ہوجائے جو اعراض کا باعث بنے
(۳) تپ دق یا ایسی بیماری جس سے پھیپھڑوں میں زخم ہوجاتا ہے اور منہ سے خون آنے لگتا ہے۔

دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما آفریں بردست و بربازوئے تو

''ہماری زنبیل کی طرف ہاتھ بڑھایئے آپ کے دست و بازو پر آفریں ہے''

اور فرماتے ہیں:

وَ فَدُتُّ عَلَی الْکَرِیْمِ بِغَیْرِ زَادٍ مِنَ الْحَسَنَاتِ وَالْقَلْبِ السَّلِیْمِ

''میں محبوب و کریم کے پاس اس حالت سے جارہا ہوں کہ نیکیوں اور قلبِ سلیم کی زادِ راہ میرے پاس نہیں ہے''

حضرت شبلیؒ چلے جارہے تھے ندا آئی کہ شبلیؒ کیا یہ قدم اس قابل ہے کہ ہمارا راستہ اُس سے طے کرو کھڑے ہوگئے پھر ندا آئی کہ کیا ہم سے صبر آ گیا چیخ مار کے بے ہوش ہوگئے ان حضرات کی تو یہ حالت تھی جناب! خالہ جی کا گھر نہیں بڑی کشاکشی ہوتی ہے لیکن اس میں اُن کو ایسا لطف ہوتا ہے کہ ہفت اقلیم کی سلطنت میں وہ حلاوت نہیں ہے ۔

گدایانے از پادشاہی نفور بأمیدش اندر گدائی صبُور

''ایسے فقیر کہ بادشاہی سے متنفر ہیں اور محبوب کی امید پر فقیری میں قناعت کرنے والے ہیں''

دما دم شرابِ الم در کشند وگر تلخ بینند دم در کشند

''ہردم رنج والم کی شراب پیتے ہیں اور جب اس میں کڑواہٹ دیکھتے ہیں تو خاموش رہتے ہیں''

اگر اُن سے پوچھا جائے کہ تم سلطنت زیادہ پسند کرتے ہو یا اس طریق کے اندر جو تم کو مشقت اور تعب لاحق ہے وہ پسند کرتے ہو تو وہ زبان سے یہ کہیں گے۔

نشود نصیبِ دشمن کہ شود ہلاکِ تیغت　　　سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

''دشمن کا ایسا نصیب نہ ہو کہ آپ کی تیغ کا کشتہ ہو عاشقوں کا سر سلامت رہے کہ اسی پر آپ خنجر آزمائی فرمائیں''

معمولی غلطی پر بزرگوں سے مواخذہ کی وجہ

یہاں ایک بات یاد آئی وہ یہ ہے کہ بزرگوں سے جو ظاہراً چھوٹی چھوٹی باتوں پر مؤاخذہ ہوتا ہے سووہ بالنظر الیٰ عظمت الحق (۱) واقع میں چھوٹی نہیں اور مؤاخذہ ہونا ان پر عجیب نہیں ہے وہ قابلِ مؤاخذہ ہوتی ہیں اوروں سے جو مؤاخذہ نہیں ہوتا یہ البتہ عجیب ہے اور اُن سے مؤاخذہ نہ ہونے کی ایک وجہ ہے وہ یہ کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ حکام کے سامنے گنوار بہت سی ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں کہ واقع میں وہ خلافِ ادب اور قابل مواخذہ ہیں اگر وہی باتیں سر رشتہ دار کہے (۲) تو ابھی معتوب ہونے لگے جس کی وجہ یہی ہے کہ گنواروں کو خبر نہیں اور یہ باخبر ہیں اسی طرح یہاں سمجھئے کہ وہ باتیں فی نفسہٖ (۳) چھوٹی نہیں لیکن چونکہ عوام کم عقل ہیں اس لئے حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ معاف فرمادیتے ہیں۔

جہلاء کی بڑی غلطی پر بھی مواخذہ نہ ہونے کی وجہ

امام غزالیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک عابد جنگل میں رہتا تھا اور اس کے پاس ایک گدھا تھا بارش کی کمی سے گھاس جل گئی تھی دفعۃً بارش ہوئی اور گھاس سے تمام جنگل ہرا ہوگیا تھا وہ گدھا گھاس چرتا پھرتا تھا عابد کی نظر اُس پر پڑی تو محبت کے جوش میں آکر حماقت سے کہنے لگا (توبہ توبہ) اے اللہ تعالیٰ اگر آپ کے

(۱) عظمت خداوندی کی طرف نظر کر کے (۲) کوئی عہدیدار کہے (۳) حقیقت کے اعتبار سے۔

پاس کوئی گدھا ہوتا اور وہ اس جنگل میں چرنے آتا تو میں کبھی اُس کو نہ روکتا یہ خبر اُس زمانے کے نبی کو معلوم ہوئی اُن کو بہت بُرا معلوم ہوا اور اُس عابد پر بددعا کرنے کا ارادہ کیا ارشاد ہوا کہ ہم ہر شخص سے اُس کی عقل کے موافق معاملہ کرتے ہیں اس کو اتنی ہی عقل ہے تم بددعا مت کرنا۔ شبان موسیٰ علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے۔

غرض جس قدر ادب اور تہذیب ہوتی ہے اسی قدر تکلیف ہوتی ہے پس عام لوگوں کی یہ غلطی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کے عشاق پر اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو دنیا کے محبوبوں پر قیاس کر کے یہ سمجھا جائے کہ اُن کے لئے سب کچھ مباح ہو جاتا ہے اس لئے کہ دنیا کے عاشق طبیعت کے مغلوب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یہاں طبیعت نہیں حکمت وعلم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہونے کے معنی

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی کے محبوب ہونے کے وہ معنی نہیں جیسے دنیا کے محبوب کے معنی ہیں یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بغیر اُن کے بے قراری ہوتی ہے۔ بس صرف مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو جاتا ہے دوسرے کسی میں کون جمال وکمال ہے جس سے اللہ تعالیٰ کو کسی سے بالمعنی الحقیقی محبت ہو جائے۔ بہت لوگ براہِ ہوس اس لئے ذکر وشغل کرتے ہیں کہ ہم خدا کے ایسے ہی محبوب ہو جائیں اس کی تو ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص گنجا اندھا لنجا بدصورت ہو اور وہ یوں چاہے کہ فلاں محبوب جو حور تمثال ہے(۱) مجھ پر عاشق ہو جائے ایسے شخص کو عاقل لوگ تو احمق کہیں گے ایسے ہی جو ذاکر یہ چاہے کہ میں بالمعنی المتعارف محبوب بن جاؤں ذرا وہ اپنے کو یہ تو دیکھے کہ مجھ میں اور حق تعالیٰ میں کیا نسبت ہے بخدا اگر

---

(۱) جو حور کی طرح حسین ہے۔

اپنی حالت منکشف ہو جائے تو اسی پر تعجب ہو کہ مجھ کو کس طرح اس کی اجازت ہوگی کہ میں اُس کو نظرِ محبت سے دیکھوں جب محبّ ہونے کی بھی صلاحیت نہیں تو محبوب ہونے کے لئے تو ذرا منہ دھو رکھے اپنے محبّ ہونے کے قابل بھی نہ ہونے کے باب میں خوب کہا گیا ہے ؎

بخدا کہ رشکم آید ز دو چشمِ روشن خود که نظر دریغ باشد بہ چنیں لطیف روئے

''بخدا مجھ کو اپنی دونوں آنکھوں پر رشک آتا ہے کہ افسوس وہ محبوب کے پاکیزہ چہرہ کی طرف دیکھتی ہیں''

اور ؎

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم گوش را نیز حدیثِ تو شنیدن ندہم

''مجھ کو آنکھوں پر رشک آتا ہے کہ ان کو محبوب کے چہرۂ انور کو نہ دیکھنے دوں اور کانوں کو بھی اس کی باتیں نہ سننے دوں''

اُس بدصورت کو تو محبوب اگر ایک نظر دیکھنے کی بھی اجازت دیدے تو اسی پر متعجب ہونا چاہیئے کہ مجھ میں کون سی بات ہے کہ محبوب نے مجھ کو اپنے دیکھنے کی اجازت دیدی۔

تحقیقِ مسئلہ

اس مقام پر بطورِ تفریح کے ایک مسئلے کا بیان کر دینا ضروری ہے جو حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہٗ کی بدولت حل ہوا وہ یہ ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جیسے جاہ عندالخلق مذموم (۱) ہے محققین کے نزدیک جاہ عندالحق (۲) بھی اسی

(۱) لوگوں میں میں بڑا بن جاؤں یہ خیال کرنا بُرا ہے (۲) یعنی میں اللہ کی نظر میں بڑا بن جاؤں۔

درجے میں ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ جیسے نیک کام اس لئے کرنا کہ میں خلق (مخلوق) کے نزدیک بزرگ اور بڑا بن جاؤں یہ بُرا ہے اسی طرح طاعت اس لئے اختیار کرنا کہ میں خالق کی نظر میں صاحب جاہ بنوں یہ بھی اہلِ بصیرت کے نزدیک بھی امرِ منکر (۱) ہے بُرا ہے اس لئے کہ کبریائی تو خاصہ خاص باری تعالیٰ کا ہے حق تعالیٰ کے ہوتے ہوئے جاہ کے کسی مرتبے کی بھی ہوس زیبا نہیں۔

الحاصل حق تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اس کے حال پر متوجہ ہوگیا ہے۔

نعت گوئی میں بے احتیاطی

یہاں پر ایک اور غلطی کا ازالہ کرنا بھی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا معشوق کہتے ہیں۔ چنانچہ شعراء اشعار نعتیہ میں اس مضمون کو باندھتے ہیں سو عشق کا خاصہ ہے عاشق کو مضطرب کردینا اور حق تعالیٰ اس سے منزہ ہیں مگر غضب یہ ہے کہ بعض بے باکوں نے اس اضطراب کو بھی نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کے لئے مان لیا چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

محمد ﷺ کو جو بھیجا حق نے سایہ رکھ لیا قد کا
پئے تسکینِ خاطر صورتِ پیراہنِ یوسف علیہ السلام

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ تو دنیا میں بھیج دیا اور چونکہ وہ معشوق تھے اور عاشق کو بدون معشوق کے قرار نہیں ہوتا اس لئے تسلّی کے واسطے سایہ اُن کا وہاں رکھ لیا کہ اسی سے مجھ کو تسلی رہے گی۔ جیسے یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے کرتے سے تسلّی ہوگئی تھی یہ نعت نہیں یہ حد درجے کی بے ادبی ہے باری عزّ اسمہٗ کی جناب میں اور نیز حضرت رسالت پناہ ﷺ کی شان میں بھی ایسے اشعار سننا اور پڑھنا گناہ ہیں احتراز ضروری ہے بعض دینداروں کو بھی خبط

(۱) اللہ کے مقرب لوگوں کے نزدیک یہ بھی بُرا ہے۔

ہوتا ہے کہ اشعار نعتیہ خواہ اُن کا مضمون شریعت پر منطبق ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو ذوق وشوق میں پڑھتے ہیں بعض اشعار نعت کے ایسے ہیں کہ ان میں دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کی بے ادبی ہوتی ہے۔

الحاصل معشوق کہنا یہ سخت بے ادبی ہے اس لئے کہ عشق خاصہ آدمی کا ہے۔ اس لئے کہ عشق نام ہے نفس کے ایک خاص انفعال کا اور اللہ تعالیٰ انفعال اور تأثر سے پاک ہے ہاں یہ کہنا چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول ہیں اگر کوئی عشق کو معنی مجازی میں لینے لگے تو حق تعالیٰ کی جناب میں ایسا اطلاق اذنِ شرعی (۱) کا محتاج ہے البتہ اگر کسی مغلوب الحال کے کلام میں ہو اُس کو معذور سمجھیں گے بدون غلبۂ حال کے کسی کو اجازت نہ ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ مقربانِ الٰہی کو محبوبان مجازی پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ پس جبکہ یہ مبنی ہی منہدم ہوگیا تو مبنی یعنی آدمی کا ایسے مرتبے پر پہنچنا کہ گناہ گناہ نہ رہے غلط ہوا۔

صوفیا کے قول کی تشریح

اور بعضوں کو بزرگوں کے اس قول سے شبہ ہوگیا ہے کہ بندہ ایسے موقع پر پہنچ جاتا ہے کہ تکالیفِ شرعیہ اس سے اُٹھ جاتی ہیں یہ قول صحیح ہے لیکن اس کے یہ معنی سمجھنا کہ طاعات کا وجوب نہیں رہتا یہ غلط ہے۔ معنی اس قول کے یہ ہیں کہ طاعات اُس کے لئے طبعی بن جاتی ہیں۔ جیسے افعالِ طبعیہ میں طبیعت اُن کے ارتکاب کی طرف مضطر ہوتی ہے اسی طرح طاعات کی اُس کو رغبت ہوجاتی ہے۔ تکالیف اس کو تکالیف نہیں دیتیں۔

(۱) شریعت میں اس کی اجازت دی گئی ہو یہ لازمی ہے۔

خلاصۂ وعظ

خلاصہ تمام بیان کا ان غلطیوں کا ارتفاع ہوا کہ جی بھر کر گناہ اس لئے کرنا کہ گناہ کی ہوس نہ رہے اور گناہ کو کسی مصلحت کی وجہ سے کرنا اور خدا کا مقرب ہو جانے سے اور کسی گناہ کے مکشوف ہونے سے کسی گناہ کا حلال ہونا۔ بعض اغلاط قصداً رفع کئے گئے بعض تبعاً مذکور ہوئے اب اس سے قرآن شریف کی جامعیت کا بھی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ مختصر الفاظ کتنے معانی کو مشتمل ہیں اس کے بعد سمجھئے کہ ایسی غلطیوں کی اصلاح علم اور صحبتِ محققین سے ہوتی ہے اس لئے ان دونوں کو اختیار کرنا چاہئیے۔
اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمام غلطیوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین (۱)

برحمتك يا ارحم الراحمين

---

(۱) اللہ تعالیٰ ہم سب کے حق میں یہ دعا قبول فرمائے۔ آمین

خلیل احمد تھانوی ۱۰ مئی ۲۰۰۹ء

﴿اعمال کا مشکّل ہونا﴾

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک شخص کسی نامحرم عورت کو دیکھ کر آیا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''کیا حال ہے لوگوں کا کہ ہماری مجلس میں آتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے'' اسی طرحف جب کوئی طاعت کرتا ہے تو اس کا ایک اثر اسمیں پیدا ہوتا ہے جس کا اہل کشف کو علم ہوتا ہے۔

مولانا یعقوب صاحبؒ نے فرمایا ان اعمال کے آثار قیامت کے روز شکلیں بن کر اہل محشر کو نظر آئیں گی مثلا جو چوری کر چکا ہے وہاں نظر آئیگا کہ چوری کر رہا ہے' زنا کر چکا ہے وہاں نظر آئیگا کہ زنا کر رہا ہے' غرض جو آثار اعمال کے اس کے بدن میں جمع ہیں سب وہاں اشکال بن کر نظر ائیں گے۔

اس کی مثال خدا نے یہ بھی پیدا کر دی ہے یعنی جس طرح بائیسکوپ کے اندر گذشتہ واقعات کی صورت میں نظر آتی ہیں اسی طرح قیامت کے دن بھی یہ بائیسکوپ بن جائیگا اور اس کے ہاتھ اور پیر گراموفون کی طرح جو کچھ اس نے کیا ہے بولیں گے۔

وعظ:　روح القیام

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

ﷺ رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہم علیہ السلام